دہشت گرد کون؟ امریکہ یا مسلمان

جناب غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

الدین النصیحۃ۔۔۔۔دین خیر خواہی کا نام ہے

اسلام، اللہ کا دین ہے۔ اللہ اپنی مخلوقات پر رحیم و کریم ہے۔ مخلوقات میں مسلم و کافر دونوں شامل ہیں۔ زمین اللہ کی ہے۔ حکومت اللہ کی ہے اسے اپنی مخلوق کا خالق ہونا زیبا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی جمیع مخلوقات کا میزبان ہے۔ صفحہء ارض پر اس نے ایک نہایت ہی دل فریب دستر خواں بچھایا ہے۔ اسے گل ہائے گونا گوں سے سجایا ہے۔ پھر اس پر نعمائے شیریں کو چنا ہے اور انہیں کھانے کیلئے اس بساط رنگین پر اپنی مخلوق کو بٹھایا ہے۔ اس سارے مہتم بالشان انتظام و انصرام کے بعد انہیں زندگی گزارنے کا ڈھنگ بھی سکھایا ہے۔ اس ڈھنگ اور انداز زندگی کا نام اسلام رکھا ہے۔ اپنی اس سکیم کو اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے نصیحت کہلوایا ہے۔ نصیحت کیا ہے؟ خیر خواہی اور بھلائی، باہمی محبت اور موانست! یوں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام خیر اور بھلائی پر مشتمل ہے اور اسی میں بد خواہی، بداندیشی اور ضرر رسانی کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے۔

یہ خیر خواہی اور بھلائی کس کو کس کے ساتھ ہونا چاہیے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے۔ اس کا جواب پوری انسانی زندگی پر محیط ہے۔ یہ ذات اور نفس سے شروع ہو کر غیر ضرر رساں حشرات الارض تک وسیع ہے۔ اسلام کیڑے مکوڑوں تک کو ایذاء دینے سے روکتا ہے۔ غیر مسلم وہ ہے جو اس دعوت کو مسترد کرتا ہے جو اس کے نبی علیہ الصلوۃ و السلام پیش کرتے ہیں اور یہیں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ غیر مسلم نے دعوت خیر کو ٹھکرا کر، دعوت شر کو قبول کر لیا ہے۔ جبکہ مسلم نے دعوت خیر اور بھلائی کے پیغام پر لبیک کہہ دیا ہے۔ کلمہء اسلام پڑھتے ہی، مسلم ہر قسم کے شر و فساد سے دستبرداری لکھ دیتا ہے۔ وہ اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ وہ مجسم امن اور سلامتی بن جاتا ہے۔

وہ اپنے ہم نسلوں کی بھلائی کا طالب بن جاتا ہے۔ اس کا دین اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ نصیحت کرے۔ سمجھائے اور ہمدردی کے جذبے سے سمجھائے تا کہ اس کے ہم نسل بھی اس دعوت خیر کو قبول کر کے سلامتی کی راہ اپنا لیں اور پھر جو جو لوگ اس کی یہ دعوت قبول کرتے جائیں، ان سے مؤاخات (بھائی چارہ) قائم کرنے، انہیں حقوق میں اپنے برابر کرتا جائے۔ رفتہ رفتہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا جائے گا جو پہلے اپنے خالق کے احکام کے سامنے سر جھکاتا جائے گا اور پھر اپنے ہم مشرب و ہم خیال و ہم مسلک بھائیوں سے بھائیوں جیسا سلوک کر کے روئے زمین کو

محبت وسلامتی سے بھر دے گا۔ دین اسلام کی یہ ناصحانہ سکیم اتنی سادہ اور آسان ہے کہ اس پر عمل کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی کشش یہ ہے کہ انسان کو اس میں سراسر بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے اور جن لوگوں نے اسے اپنایا ہے، ان کی زندگی نہایت ہی آسان ہوگئی ہے اور جب تک مسلمان اقوام نے اپنے تئیں ملت ابراہیمی سے جدا کر کے، برطانوی نیشنل ازم نہیں اپنایا تھا اور اسلام ان کی حیات پر حکمران رہا تو وہ روئے زمین پر حکمران رہے تھے اسلام کا سایہء رحمت مسلم و غیر مسلم دونوں کیلئے ہے، مسلم کیلئے سعادت دارین کا باعث ہے جبکہ غیر مسلم اس دار فانی میں اس کی معاشرتی برکات سے فیض یاب ہے۔ جن اقوام نے اسلام کی دعوت حق کو قبول نہیں کیا اور قرونِ اولیٰ میں مملکت اسلامی میں ذمی بن کر رہیں، وہ اسلام کی برکات از قبیل انصاف، مساواتِ حقوق، مذہبی آزادی اور دیگر معاشرتی بھلائیوں سے مسلمانوں کی طرح ہی بہرہ مند رہیں۔ تاریخ اسلام میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں کہ غیر مسلم قوتوں نے جزیہ دینا قبول کر کے اپنے لئے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے امن وسلامتی کی ضمانت حاصل کر لی اور مسلمانوں نے معاہدات صلح کی اس وقت تک کما حقہ پابندی کی جب تک فریق ثانی نے نقض عہد نہ کیا تھا۔ اسلام بنی نوع انسان کا خیر خواہ ہے۔ وہ اپنی دعوت بنی نوع انسان کو اسی خیر خواہی کے جذبے سے پیش کرتا ہے۔ کیونکہ اس دعوت سے بڑھ کر کوئی دوسری دعوت انسانوں کی بھلائی کی ضمانت نہیں دیتی۔ بنی تغلب، قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ تھا جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی جبکہ بنیادی طور پر وہ دیگر قبائل عرب کی طرح دین ابراہیمی کی مسخ شدہ صورت کے پیروکار تھے۔

سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے عہد خلافت میں بار ہا یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ وہ بنی تغلب کو بزور شمشیر مسلمان کریں گے مگر عملاً ایسا نہ کیا کیونکہ ﴿لا اکراہ فی الدین﴾ کا قرآنی مضمون آپ کے ارادے اور عمل میں حائل ہو جاتا تھا۔ (فساد فی الارض) اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ فتنہ کو قتل سے بڑا جرم ٹھہرایا گیا۔ آج دنیا پر جو سیادت امریکہ کو حاصل ہے، وہ اس حاکمیت اور جاہ وجلال کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسلام کو کم از کم ایک ہزار سال تک مشرق و مغرب پر حاصل رہا۔ لیکن اپنے اس دور اقبال میں مسلمانوں نے اپنی غیر مسلم رعایا اور ہم عصر غیر مسلم ریاستوں پر کوئی ستم نہیں ڈھایا۔ اگر اسلام کا مزاج جارحانہ ہوتا تو روم اور ایران کی تسخیر کے بعد اس زمانے میں کونسی ایسی طاقت تھی جو اس کا ہاتھ پکڑتی اور اگر وہ ایسے وقت میں بچے کھچے لوگوں کو جبراً کلمہ اسلام پڑھوا دیتا اور انکار کی صورت میں غیر مسلم آبادی کو تہ تیغ کر ڈالتا تو اس کی راہ میں کیا رکاوٹ تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔

عراق کی فتح کے بعد، سیدنا عمر فاروق ؓ نے غازیان اسلام کے زوردار مطالبے کے باوجود، مفتوحہ اراضی

غازیان اسلام میں بطور غنیمت نہ بانٹ دی بلکہ اس پر خراج عائد کر کے اصل مالکان کی ملکیت کو برقرار رکھا۔ یہ اسلام کے ناصحانہ مزاج کا عملی نمونہ ہے۔ عمر فاروق ؓ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ مالکان اراضی کو گو کہ وہ غیر مسلم اور بے بس تھے، مذہبی امتیاز کی وجہ سے، ذرائع رزق سے محروم کر کے مستقل فلاکت کے حوالے کر دیا جائے۔

یہ اسلام کی انسان دوستی کی ایک تاریخی نظیر ہے۔ خود برصغیر پاک و ہند میں محمد بن قاسم سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مسلمان حکمرانوں نے مقامی غیر مسلم آبادی سے ہمیشہ احسن سلوک روا رکھا اور ان کے درباروں میں راجپوت سرداروں کو اعزاز و اکرام، جاہ و منصب اور جاگیریں حاصل رہیں۔ راجہ ٹوڈرمل اور بیربل کو دربارِ اکبری میں کلیدی آسامیاں (Prize Posts) حاصل رہیں۔ یہ مسلمانوں کی مذہبی رواداری اور فراخ دلی کا اثر ہے کہ راجہ مان سنگھ کا محل آج بھی قلعہ رہتاس میں موجود و مشہور ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے متعصب نیتا بابری مسجد تو گرانے میں کامیاب رہے مگر اس کی بنیادوں میں سے رام مندر کے آثار ڈھونڈ نکالنے میں ناکام رہے۔

مسجد قرطبہ کو عیسائیوں نے گرجا گھر میں بدلا ہے اور عیسائی دنیا کے سرخیل امریکہ کی نام نہاد مذہبی رواداری کے منہ پر طمانچہ ہے۔ امریکہ اندھی طاقت کے استعمال سے عالم اسلام کو تہس نہس کر رہا ہے۔ اسے یہ یاد نہیں رہا کہ وہ تو خود سرزمینِ امریکہ پر غاصب ہے۔ اسلام کا دور اقبال، عالمی امن کا ضامن تھا اور اموی و عباسی درباروں میں اسلامی حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ دانایان مجوس و ہنود بھی ممتاز تھے۔ فلاسفہ یونان کو عباسی درباروں میں بڑی پذیرائی حاصل تھی۔ مگر آج امریکہ بہادر، کالے امریکیوں سے اشتراک مذہب کے باوصف نسلی امتیاز برتتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد یعنی ریڈ انڈینز کی نسل کشی کرنے میں، سفید فام آبادکاروں نے چنگیز اور ہلاکو سے بڑھ کر سفاکی سے کام لیا اور ان سفید فام آبادکاروں کے نام کی تختیاں ان مقاتل پر لگی ہیں جہاں سیاہ فام مقامی امریکیوں کو قتل کیا گیا تھا۔ امریکہ بدترین مذہبی تعصب کا مجرم ہے۔ وہ روئے زمین پر آباد مسلمان اقوام کو ان کے جان و مال سمیت قتل کر رہا ہے۔ عراق اور افغانستان میں وہ کس قانون کے تحت خون ریزی کر رہا ہے۔ فلسطینیوں کا خون اس نے اسرائیل پر مباح کر رکھا ہے۔ ہندو جو دنیا کی بڑی جمہوریت کہلاتے ہیں اور گاندھی جی کے وارد ہائی فلسفہ اہنسا کے علمبردار ہیں، ان کا دامن خونِ مسلم سے رنگین ہے۔ امریکی سیادت، فساد فی الارض ہے۔ اس نے جاپان پر ایٹم بم گرایا اور یہ جرم 1945ء کے بعد کسی دوسری قوم نے نہیں دہرایا۔ ویٹ نام، کوریا، کمبوڈیا، افغانستان، عراق اور فلسطین اس کی چیرہ دستیوں اور ستم رانیوں سے تباہ حال اور لہولہان ہیں۔ اس نے دنیا میں دہشت گردی سے اندھیر مچا رکھا ہے۔ وہ 1939ء سے آج تک مسلسل انسانوں کو قتل کر رہا ہے مگر دہشت گردی کا

الزام مسلمانوں پر لگاتا ہے۔ یہ ہے اس کی روشن خیالی کے ڈھول کا پول!

مسلمانوں کی رواداری اور فراخدلی اور روشن خیالی کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند میں ان کے اقبال کا سورج نصف النہار پر تھا۔ کہ ان کی عطا کردہ مذہبی آزادی کے سائے میں بابا گورونانک جی اور ان کے چیلوں نے سکھ پنتھ کی بنیاد رکھ دی مگر مسلمان مزاحم نہ ہوئے۔ یہ پنتھ، ہندو پیریڈ میں نہیں بلکہ مسلم پیریڈ میں عالم وجود میں آیا۔ مسلمان بادشاہوں کیلئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ گربہ کشتن روز اول کے مطابق اس مذہب کے چند درجن پیروکاروں کی جڑ کاٹ دیتے اور اسے ایک نیا مستقل مذہب بننے سے پہلے ہی مٹا دیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔

یہ درست ہے کہ جہانگیر اور اورنگزیب عالمگیر نے خالصہ سرداروں کے خلاف فوجی ایکشن کیا مگر یہ اس وجہ سے نہ تھا کہ انہوں نے نیا دین ایجاد کرلیا تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ وہ جتھہ بندی کر کے لوٹ کھسوٹ کرنے لگ گئے تھے اور امن وامان کیلئے خطرہ بن گئے تھے اور بادشاہوں کی کاروائی امن وامان کے قیام کیلئے تھی نہ کہ سکھوں کے قلع قمع کیلئے۔ اگر مسلمان حکمران واقعی غیر روادار ہوتے اور وہ اس نئے دین کا استیصال کرنا چاہتے تو یہ عمل اتنا مختصر ہوتا کہ شاید کسی مؤرخ کا قلم اسے لائق تحریر بھی نہ خیال کرتا۔ سو تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ روشن خیال، اعتدال پسند اور روادار تھے اور آج بھی یہی صفات ان کے مزاج کا حصہ ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ امریکہ، یہود اور ہنود ان کی آزادیاں سلب کرتے ہیں۔ ان کے حقوق اور علاقوں کا غصب ونہب کرتے ہیں اور ان کے اپنے نام نہاد مسلمان حکمران، اس غصب ونہب کے خلاف کوئی انسدادی کاروائی نہیں کر پاتے اور امریکہ عالمی انصاف کے اداروں میں مسلمانوں کی دادرسی بھی نہیں ہونے دیتا تو مظلوم مسلمان عوام، ردعمل کے طور پر اپنے حقوق کی بازیابی کیلئے خود ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ کام صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تامل ٹائیگر سری لنکا میں، نکسل باڑی بھارت میں اور ماؤ کے حامی نیپال میں کررہے ہیں۔ یہ دہشت گردی نہیں بلکہ حقوق اور آزادی کی جنگ ہے اور دہشت گردی وہ ہے جو امریکہ افغانستان اور عراق میں کراور کرارہا ہے۔ کیونکہ ان ممالک میں کوئی امریکی حق غصب نہیں کیا جارہا۔ ایران اور شمالی کوریا اگر ایٹمی ہتھیار بناتے ہیں تو اس سے امریکی آزادی یا حق پر کوئی زد نہیں پڑتی اور اگر یہ کوئی جرم ہے تو اس کا اولیں مرتکب امریکہ اور پھر برطانیہ، فرانس، روس، چین اور اسرائیل ہیں۔ ایک جرم خود کرنا اور دوسروں کو نہ کرنے دینا تو سراسر دہشت گردی ہے۔ اس سے امریکی غرض اتنی ہے کہ اس کی دہشت گردی کیلئے کرۂ ارض کی ساری راہیں محفوظ ہوں اور وہ من مانیاں کرتا پھرے۔

عالم مغرب کا سرخیل امریکہ ہے۔ بظاہر تو عیسائیت کا پیروکار ہے مگر عیسائیت کو اس کی روزمرہ زندگی میں

اتنا ہی رسوخ ہے جس قدر کمیونسٹ معاشرے میں خدا کو ہے۔ان کی پارلیمنٹ قانون سازی میں انجیل مقدس کے حلال وحرام تک کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتی اور ہم جنس پرستی کو مباح کر ڈالتی ہے۔سو گاڈ(god) مغربی معاشروں سے اسی طرح بے دخل ہے جس طرح کمیونسٹ معاشروں سے ہے۔لہذا روسی وچینی کمیونزم کے خلاف امریکی مزاحمت (سرد جنگ) خدا کے آسمانی اقتدار کی بحالی کے واسطے نہ تھی۔ یہ خالصتاً معاشی جنگ تھی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ کوئی قوم اپنے لئے ایک ضابطہ حیات مقرر کر لیتی ہے تو امریکہ کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ اس ضابطہ حیات کی راہ روکنے کیلئے تاریخ کی بدترین غیر رواداری اور تعصب کی پالیسی برتے۔کیا یہ انتہا پسندی نہیں تھی؟

کیا یہ ساری نفرت آمیز پالیسی ہی نہیں تھی جس کے اثراتِ بد سے دنیا کے کوئی نصف درجن ممالک دو دوحصوں میں بٹ گئے اور ایک ہی خون، ایک ہی نسل اور ایک ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد مستقل طور پر بدترین دشمن ہو کر رہ گئے۔چین نے امریکہ کا کیا گنوایا تھا جو اس نے پچاس سال تک اسے اقوام متحدہ سے باہر رکھا ؟وہ برداشت، وہ رواداری، وہ روشن خیالی اور بے تعصبی اس وقت کہاں کافور ہو گئی تھی جب وہ دن رات ویٹ نام ،کمبوڈیا اور کوریا میں آہن وآتش کی بارش کرتا تھا۔آج وہ نام نہاد آزاد دنیا کا لیڈر کہلاتا ہے مگر کشمیر اور فلسطین کی آزادی کی تحریکوں کی حمایت نہیں کرتا۔ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس آزادی کا علمبردار ہے۔کمیونزم کی شکست کے بعد امریکہ نے عالم اسلام کو اپنا نیا ہدف مقرر کر لیا اور نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ بلند کرنے لگا۔گویا دنیا کی تنظیم نو اس طرح ہو گی جس طرح امریکہ چاہتا ہے۔آخر کیوں؟

کیا یہ اس کی نہایت عدم رواداری نہیں ہے اور کیا یہ عدم برداشت کی بدترین مثال نہ ہے کہ وہ کرۂ ارض پر رائج دیگر نظام ہائے زندگی کو تہس نہس کر کے صرف اپنی پسند کا ایک ہی نظام نافذ کرنا چاہتا ہے جس میں اس کے معاشی مفادات کو مکمل تحفظ حاصل ہو۔عظیم تر مشرق وسطیٰ کی تھیوری بھی اس کے اسی آمرانہ مزاج کی عکاسی ہے۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل، برصغیر پاک وہند میں انڈیا، افغانستان، عراق میں خود امریکہ اور دیگر اسلامی ممالک میں اس کے گماشتے مسلمانوں اور ان کی املاک کو دن رات تباہ و برباد کر رہے ہیں۔حالانکہ مسلمان امریکہ کے خلاف کہیں بھی جنگ آزما نہیں ہیں اور جب کوئی دل جلا اس کی مسلسل و بے پناہ قہرمانیوں کے خلاف اس کے مفادات پر کہیں حملہ کرتا ہے تو اسے وہ گوارا نہیں اور اسے دہشت گردی کا نام دے کر مسلمانوں پر مزید ستم ڈھاتا ہے۔

عراق پر حملہ کرنے کیلئے اس نے جھوٹ بولنے کی بدترین مثال قائم کی۔ اسلحہ انسپکٹروں نے صاف صاف رپورٹ دی کہ وہاں ممنوعہ ہتھیار نہ ہیں۔سلامتی کونسل نے اسے عراق پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی مگر اس

نے انسانیت اور شرافت کے تمام تقاضے پامال کر ڈالے اور افغانستان کے بعد عراق کو کھنڈرات میں بدل دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ممنوعہ ہتھیاروں کی بازیابی میں ناکامی، اس ضمن میں اپنی کذب بیانی کے اثبات، صدام کی معزولی اور آخر کار اس کی گرفتاری کے بعد وہاں سے نکلنے کو تیار نہیں ہے اور اس بدنصیب ملک کے انسانوں، ان کے نجی اور قومی اثاثوں کو برباد کر رہا ہے۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا یہ اجتماعی انسانیت کے خلاف جرم نہیں ہے؟ وہ دراصل اپنی دہشت گردی کے خلاف معمولی مزاحمت کو دہشت گردی قرار دینے میں کامیاب رہا ہے۔ یوں حقیقت یہ ہے کہ امریکہ، انڈیا اور اسرائیل بدی کے محور ہیں، سارے جہاں کی عدم رواداری، عدم برداشت، تعصب، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے طوفان انھی تین ممالک سے اٹھتے ہیں اور یہی تین ممالک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ مسلمان بیچارے اتنے مجبور و مقہور ہیں کہ وہ مرغان حرم کا بے رحمانہ ذبیحہ صرف دیکھتے ہی نہیں بلکہ جہاں اور جب امریکہ حکم دیتا ہے وہاں خود چھریاں لے کر ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

عراق اپنی روشن خیالی کی روشنی سے قیامت آفرینی کے بعد، اس نے شام اور ایران کو اپنا ہدف مقرر کر لیا ہے۔ عدم رواداری کیا ہے؟ عدم برداشت! ایران اگر ایٹمی ہتھیار بناتا ہے تو امریکہ برداشت کیوں نہیں کرتا۔ امریکہ ایٹم بم رکھ کر روشن خیال ہے تو ایران ایٹم بم بنا کر کیوں کر تاریک خیال یا رجعت پسند ہو جائے گا۔ اگر ایران اس کے استعمال میں کسی ممکنہ غیر ذمہ داری کا ثبوت دے گا تو اس غیر ذمہ داری کا ثبوت جاپان پر اٹیم بم گرا کر امریکہ خود دے چکا ہے۔ یہ تو میمنے اور بھیڑیئے والی بات ہے۔ بھیڑیا میمنے کو غیر مسلح رکھنا چاہتا تھا تا کہ جب جی میں آئے اسے ہڑپ کر جائے اور وہ کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکے۔ کیا اسی کا نام روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہے؟ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا یہ مفہوم اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک مسلمان حکمران اپنی اپنی حکمرانی کیلئے سند خلافت امریکہ سے حاصل کرتے رہیں گے۔

لیبیا کے کرنل معمر قذافی کو اب خلعت خلافت عطا ہو گئی ہے اور وہ روشن خیال، اعتدال پسند قرار پا چکے ہیں۔ افغانستان کے حامد کرزئی بھی یہ خلعت زیب تن کئے ہیں۔ دیگر اکثر مسلمان حکمران امریکہ کے مرغ دست آموز اور سدا سے منقار زیر پر ہیں لہذا وہ اعتدال پسند و روشن خیال ہیں۔ پاکستان کی سیاست اور ہیئتِ حاکمہ میں سے اسلامی جماعتوں کے اخراج کیلئے امریکہ دن رات منصوبہ بندی کر رہا ہے اور وہ منصوبے بتدریج پروان چڑھ رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ محترمہ بے نظیر صاحبہ کی ملاں دشمنی سے کام لینے کی تدابیر ہو رہی ہیں کیونکہ ق لیگ والے اسلام کے حق میں اس سے زیادہ بے حمیتی پر تیار نہیں ہیں جبکہ امریکی روشن خیالی اور اعتدال پسندی مزید کی طالب ہے۔ والحمدللہ رب العالمین